شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک شاگرد
مولوی عبدالرحیم

ابو سلمان شاہجہاں پوری

مولانا ابوالکلام آزاد بچپن ہی سے ذہین و طباع تھے۔ ان کے اساتذہ ان کی ذہانت پر حیرت زدہ تھے اور مولانا کے اعتراضات سے گھبراتے اور جوابات سے کتراتے تھے۔ ان کی تعلیم کسی درس گاہ میں نہیں ہوئی۔ بلکہ انہوں نے اپنے مکان پر مختلف اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ ایک استاد جو حافظ رمضان کے مدرسہ میں مدرس تھے اپنے ساتھ مدرسہ کے چند طلباء کو لے آتے تھے لیکن ہنگام درس جب مولانا آزاد کی ذہانت و طباعی کے مظاہر دیکھے اور ان کے اعتراضات کے سامنے خود کو عاجز و درماندہ پایا تو مدرسہ کے طلباء کو ساتھ لانا چھوڑ دیا۔

مولانا کی ذہانت کا احساس ان کے والد مولانا خیرالدین کو بھی تھا۔ اور اس کی وجہ سے وہ نہ صرف حیران بلکہ پریشان بھی تھے۔ چنانچہ مولانا آزاد کی روایت کے مطابق انہوں نے کئی بار فرمایا تھا۔ "مجھے اس کے آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ بہت زیادہ ذہانت انسان کے لئے بسا اوقات گمراہی کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ میں اس کی ذہانت سے ڈرتا ہوں"

اس سلسلے میں وہ بعض اشخاص کے حالات سنایا کرتے تھے جو ذہانت و طباعی کی وجہ سے ہر طرف خیال دوڑانے لگے تھے اور بالآخر دین و دنیا سے کھوئے گئے۔ اس سلسلے میں ایک دن انہوں نے شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک شاگرد مولوی عبدالرحیم گورکھپوری کے حالات سنائے۔ مولوی

عبدالرحیم شاہ اسمٰعیل شہید کے شریک درس رہ چکے تھے مولانا خیرالدین (مولانا آزاد کے والد) کے نانا مولانا منورالدین جب حضرت شاہ صاحب سے پڑھنا ختم کر چکے تھے تو یہ نئے نئے درس میں شریک ہوئے تھے۔ مولانا آزاد نے اپنے والد کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے۔

"اُن کی (مولوی عبدالرحیم کی) ذہانت و طباعی کا یہ حال تھا کہ شاہ صاحب کے حلقہ تلامذہ میں جو اس وقت علمی جماعتوں کا خلاصہ و عطر تھا، کوئی شخص ان کی ٹکر کا نہ تھا۔ معقولات کے حافظ تھے اور ہنگام درس ایسے ایسے اعتراضات اور ایسے ایسے نکتے اور پہلو تراشتے تھے کہ شاہ صاحب کو بھی اعتراف کرنا پڑتا تھا۔

"یہ حال دیکھ کر شاہ صاحب کہا کرتے تھے، مجھے تمہاری ذہانت و طباعی کے پیچھے دہریت کھڑی نظر آتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دہلی سے کلکتہ آئے اور انگریزوں کی نوکری کر لی۔ پھر ان کو زبان اور علوم کا شوق ہوا، اور چند دنوں کے بعد کھلم کھلا ملحد و دہری ہو گئے۔ خدا کے وجود پر ایک سو سترہ اعتراضات ایسے کئے تھے، جن کی نسبت دعویٰ تھا کہ تمام دنیا کے عقلا بھی اکٹھے ہو جائیں، تو بھی جواب نہیں دے سکتے۔ غرض کہ ذہانت و دانشمندی موجب ہلاکت ہوئی۔ اور سرے سے ایمان و یقین ہی کھو بیٹھے" (آزاد کی کہانی خود اس کی زبانی ص۳۸۷ مطبوعہ دہلی)

مولانا آزاد نے اپنے والد کی زبانی یہ روایت بیان کرنے کے بعد اس کی تردید کی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔''

"میں نے بہت جستجو کی، بجز شہرت عام کے کوئی تحریری ثبوت ان کی دہریت کا نہیں ملا۔" (بحوالہ مذکورہ بالا ص۳۸۸)

مولانا آزاد نے اپنے حالات کے سلسلۂ بیان میں مولوی عبدالرحیم گورکھپوری المعروف بہ دہری کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ ہم یہاں مولانا ہی کے الفاظ میں ان کی کہانی بیان کئے دیتے ہیں۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی جو "آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی" کے راوی ہیں "غدر سے پہلے کی ایک عجیب ہستی" کے زیر عنوان، مولانا کے الفاظ نقل فرماتے ہیں۔

مولوی عبدالرحیم...... ان لوگوں میں سے ہیں. جنہوں نے غدر سے بہت پہلے محض اپنی رسائی ذہن و فکر سے دنیا کا علمی انقلاب محسوس کیا، اور نئے علوم سے آشنا ہوئے، نیز یورپ کی زبانیں سیکھیں اور اس حد تک قابلیت حاصل کی، جو آج باوجود نئی تعلیم کے عموم و رواج کے کمیاب ہے، عام طور پر یہ "عبدالرحیم دہری" کے نام سے مشہور ہیں، لیکن میں نے بہت جستجو کی، بجز شہرت عام کے کوئی تحریری ثبوت ان کی دہریت کا نہیں ملا. معلوم نہیں، صحیح معنوں میں دہری بھی تھے یا یہ بھی لوگوں کی اختراع ہے سلہ مُلّا عبدالقادر بدایونی کی آنکھوں سے دیکھا جائے تو ابوالفضل، فیضی اور نہیں معلوم اور کتنے عہد اکبری میں بھی دہری تھے، لیکن وہ جیسے دہری تھے،

سلہ - لیکن مولانا غلام رسول مہر صاحب نے ٹیپو سلطان کے خاندان کے بعض افراد کی گمراہی اور خیالات بگڑنے کا ذمہ دار مولوی عبدالرحیم کو قرار دیا ہے. اس لئے میرا خیال ہے کہ حقیقت کچھ نہ کچھ ہوگی - ممکن ہے ان کی کتابوں میں دہریت کا سراغ نہ لگایا جاسکے لیکن ان کے آزادانہ خیالات اور مذہبی عقائد کے باب میں ان کے استدلال و احتجاج کی نئی شکل سے لوگ واقف ہوں گے - پھر سلطان ٹیپو کے خاندان کے بعض بگڑے ہوئے افراد جن کی مولوی عبدالرحیم سے صحبت رہی ہوگی، ان کی آزادانہ روش اور گمراہ کن خیالات نے مولوی صاحب مرحوم کی بُری شہرت کو اور بھی چمکا دیا ہوگا -

لیکن خاندان ٹیپو کی گمراہی اور ان کے بگڑنے کی ساری ذمہ داری مولوی عبدالرحیم پر عائد ہوتی ہے. اس بارے میں مجھے تردّد ہے - مولانا مہر صاحب فرماتے ہیں -

ٹیپو سلطان کے خاندان کے بعض افراد کلکتے ہی میں رہتے تھے - ان میں سے بعض شہزادوں کے عقائد مولوی عبدالرحیم فلسفی کی صحبت میں بگڑ چکے تھے - مولوی عبدالرحیم گورکھپور کے رہنے والے تھے، والد کا نام صاحب علی تھا. شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، اور شاہ رفیع الدین سے تعلیم پائی تھی، پھر فلسفہ و منطق میں توغل کے باعث "دہری" مشہور ہوگئے -

(سید احمد شہید ص ۲۱۷)

اس کا حال ہمیں معلوم ہے۔

عموماً ایسا ہوا ہے کہ جہاں ایک شخص نے شاہ راہ عام سے باہر قدم اٹھایا، یا مذہبی عقائد کے باب میں استدلال و احتجاج کی کوئی نئی شکل اختیار کی یا اس طرح کا مشرب، جیسا سرسید وغیرہ کا تھا، تو عام طور پر اسے دہریت ہی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ معتزلہ کی نسبت بھی ایسے ہی خیالات ظاہر کئے گئے تھے۔ پس عجب نہیں کہ مولوی عبدالرحیم کا بھی یہی حال ہو، اور عقلیات کے اشتغال و انہماک کی وجہ سے "دہری" مشہور ہو گئے ہوں، یا ممکن ہے اس کی کچھ اصلیت ہو بہرحال ان کی جو تصنیفات پائی جاتی ہیں، ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔[1]

(مولوی عبدالرحیم دہری) شاہ عبدالعزیز کے شاگردوں میں سے ہیں اور مولانا اسمٰعیل شہید کے ہم درس۔ کلکتے میں نیا نیا فورٹ ولیم کالج قائم ہوا تھا۔ اس میں بحیثیت مدرس کے ملازم ہو گئے، اور ڈاکٹر مارٹن وغیرہ جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں ہندوستان کے یورپین علماء میں بہت ممتاز لوگ تھے اور فارسی کی بھی بہت اچھی استعداد رکھتے تھے، ان کی صحبت رہی اسی وجہ سے نئے علوم کا بھی شوق ہوا، اور انگریزی اور لاطینی (جو اس وقت یورپ کی کلاسیکل زبان ہونے کی وجہ سے ضروری سمجھی جاتی تھی) سیکھی۔

انگریزی میں ایسی عمدہ استعداد پیدا کر لی تھی کہ مشہور ہے، پردے کی دوسری جانب وہ بٹھا دیئے جاتے تھے اور انگریزی میں تقریر کرتے تھے، اور اس طرف بڑے بڑے قابل انگریز بیٹھتے تھے، اور مقرر کی شخصیت کی نسبت دھوکا کھا جاتے۔ سب کہتے کہ یہ یقیناً کوئی انگریز بول رہا ہے ان کا لب و لہجہ اس درجہ فصیح اور مثل اہل زبان کے تھا۔ ساتھ ہی لیٹن بھی ایسی ہی فصاحت سے بولتے تھے۔ عربی، فارسی، ترکی، پشتو اور ہندوستان کی زبانوں میں بھی یہی حال تھا۔

ایک مجلس میں کئی عرب، ایرانی، انگریز، افغانی جمع ہو گئے تھے۔ اس کا حال صاحب

---

[1] مولانا مہر صاحب نے بھی فلسفہ و منطق میں توغل کے باعث دہری ہونے کی صرف "شہرت" کا ذکر کیا ہے

"تحفۃ العالم" نے لکھا ہے۔ وہ ایک ہی مجلس میں عرب سے بالکل عرب کی طرح، ایرانی سے (یعنی مصنف تحفۃ العالم سے) بالکل ایرانی لب و لہجہ میں، انگریز سے ٹھیک ایک انگریز کی طرح اور افغانی سے ایک افغانی کی طرح باتیں کرتے تھے اور تمام مجلس کا یہ حال تھا کہ نقش تصویر تھی! والد مرحوم (مولانا خیرالدین) بھی نقل کرتے تھے کہ ان کی عربی و فارسی تقریر ایسی فصیح ہوتی تھی کہ شاید ہی کسی ہندوستانی کی ہوگی۔

ریاضی و ہندسے کے بہت بڑے ماہر تھے۔ ایک بہت ضخیم کتاب ریاضیات میں جدید تقسیم و اضافات کے ساتھ عربی میں لکھی ہے، جو فورٹ ولیم کالج پریس میں چھپی اور میرے پاس موجود ہے، جامع العلوم جامع العلوم اس لئے کہ اس طرح تمام علوم کے ضبط کا ارادہ تھا اور شروع ریاضی سے کیا تھا۔

پرنس اعظم شاہ ابن ٹیپو سلطان کی فرمائش سے جان مارش کلاک کی ہسٹری آف انڈیا کا نہایت ہی فصیح اور با محاورہ فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور بپٹسٹ مشن پریس میں بڑے اہتمام سے نستعلیق ٹائپ میں چھپی۔ باوجود عربی الفاظ سے اجتناب کے اور انگریزی ترجمے کے، عبارت بڑی چست اور شگفتہ ہے۔ ایک فارسی میں پندنامہ ہے، جس میں گلستاں کے طرز پر چھوٹے چھوٹے بند لکھے ہیں اور عربی الفاظ سے اجتناب کا التزام کیا ہے، یہ بھی چھپ گیا ہے۔

ایک رسالہ عربی میں جر ثقیل پر ہے اور اس میں جدید علم میکانکس کے اصول ضبط کئے ہیں۔ میکانک کی جگہ منجنیق کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دیباچہ میں لکھا ہے کہ ہم نے عبارت کی صحتِ قرأۃ کے لئے انگریزی کی علاماتِ قرأۃ استعمال کی ہیں۔ پھر پورے پنکچوایشن کو نقل کیا ہے اور میں نے کامے " کا الٹا استعمال سب سے پہلے اس میں دیکھا۔ بعد کو بمبئی میں منشی غلام محمد نے ایک رسالہ میں یہ صلاح دی اور لکھا کہ واؤ کے اشتباہ سے بچنے کے لئے اسے منقلب کر دینا چاہیئے۔ پھر سر سید مرحوم بھی اس طرح تہذیب الاخلاق میں استعمال کرنے لگے۔

علوم جدیدہ کے داعی

لوگ یہ سنکر تعجب کریں گے کہ سر سید سے بہت پہلے مسلمان علماء میں انگریزی اد

نئے علوم کی ترویج کے کتنے ہی حامی و دعات گذر چکے ہیں۔ مولوی عبدالرحیم ان سب میں مقدم ہیں۔ ان کا زمانہ تو لارڈ میکالے کا زمانہ ہوگا۔ تقریباً اسی زمانے میں لارڈ میکالے نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی قدیم پالیسی سے اختلاف کیا، اور اپنی مشہور تاریخی یادداشت پیش کی۔ جس میں قدیم شرقی السنہ وعلوم کی جگہ انگریزی زبان اور نئے علوم کی ترویج پر زور دیا۔

مجھے ایک رسالہ مولوی عبدالرحیم کا فارسی میں ملا "عرض داشت درباب ترویج زبان انگریزی وعلوم فرنگ"۔ یہ دراصل ایک سوال کا جواب ہے۔ جو اس وقت حکام نے تعلیم کے باب میں شائع کیا تھا۔ مقصود اس سے یہ ہوگا کہ جہاں تک ممکن ہو، اہل ہند کی خواہشیں بھی اس باب میں معلوم کی جائیں۔ اس وقت ان مسائل کو کون محسوس کرنے والا تھا؟ لیکن ہندوؤں میں راجہ رام موہن رائے اور مسلمانوں میں مولوی عبدالرحیم دو شخص کلکتے میں تھے، جنہوں نے اس پر توجہ کی۔ راجہ رام موہن رائے کی عرضداشت بنام لارڈ وارن ہسٹنگز مشہور ہے، لیکن مولوی عبدالرحیم کا حال لوگوں کو معلوم نہیں۔

انہوں نے انگریزی زبان اور نئے علوم کی تحصیل و ترویج کے موضوع پر ایسی جامع بحث کی ہے جیسی کہ اب کی جا سکتی ہے۔ تمام وجوہ و دلائل، جو بعد کی بحث میں آئے، وہ سب اس میں موجود ہیں۔ یہ امید بھی ظاہر کی ہے کہ اب ہندوستان کی قسمت انگریزوں سے وابستہ ہو چکی ہے، اور وہ وقت دور نہیں کہ تمام بقیہ حصص بھی کابل تک انگریزوں کے قبضے میں آجائیں گے۔

ایک عمدہ بات یہ ہے کہ انگریزی کی ضرورت پر صرف علمی حیثیت سے نظر ڈالی ہے اور صرف اس لئے وہ ہندوستانیوں کے لئے اسے ضروری سمجھتے ہیں کہ علوم میں انقلاب ہو چکا ہے۔ علوم قدیمہ اب تحقیقاتِ جدیدہ کے مقابلے میں تقویم پارینہ کا حکم رکھتے ہیں، اور ہندوستانیوں کے لئے بھی ترقی و تقدم کی صرف یہی ایک راہ ہے کہ ان علوم کی تحصیل کریں۔

یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں نے یونانی علوم اپنی زبان میں منتقل کر لئے تھے، لیکن اب ایسا ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ اول تو اس وقت حکومت تھی، جواب مفقود ہے۔ ثانیاً یونانی علوم

ایک خاص حد تک پہنچ کر اور مدوّن ہو کر ختم ہو چکے تھے، جن کا انتقال ممکن تھا۔ لیکن یورپ کی تحقیقات جاری ہیں اور محدود ذخیرہ نہیں، جو منتقل کر لیا جا سکے۔ سائنٹیفک سوسائٹی کے بعد سرسید کی یہی سب سے بڑی دلیل انگریزی زبان کی تحصیل و ترویج کے لئے یہی تھی رسالے میں خطاب لارڈ وارن ہسٹنگز سے ہے۔

ان تمام کتابوں میں ایسے ہی حمد و نعت طرح طرح کے اسلوب میں موجود ہیں۔ جیسے کہ قدیم کتابوں کی رسم رہی ہے۔

ایک فارسی مثنوی پرنس اعظم شاہ کی فرمائش پر لکھی ہے، شاہ نامہ کے وزن پر ٹیپو سلطان کا معرکہ نظم کیا ہے۔ اس کا نام "صولت ضیغم" ہے۔ ضیغم اس مناسبت سے کہ لارڈ ڈلہوزی نے ٹیپو سلطان کو دکن کا شیر کہا تھا۔ ایک اور نثر میں بھی خاندان میسور کی تاریخ ملی جس میں حیدر علی کے حالات تفصیل کے ساتھ جمع کئے ہیں اور نہایت اہتمام سے تصاویر تیار کر کے کتاب میں شامل کی گئی ہیں [1]

عجیب لطیفہ

مشہور ہے کہ جب مدراس جاتے ہوئے مولانا اسمٰعیل شہید اور سید صاحب کلکتہ آئے تو مولانا اسمٰعیل نے مولوی عبدالرحیم سے ملنا چاہا۔ اس لئے کہ ان کی "دہریت" کا بڑا غلغلہ

---

[1] مولوی عبدالرحیم کی غالباً یہ وہی کتاب ہے جس کی جانب مولانا آزاد نے مولانا مہر صاحب کے نام ایک خط میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"فارسی میں تین کتابیں قابل اعتنا ہیں، لالہ کھیم نرائن کی "فتوحات حیدری" حسین علی کرمانی کی "نشان حیدری" اور مولوی عبدالرحیم کی "کارنامہ حیدری"

(نقش آزاد ص۱۴۴ مکتوب مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۳۷ء)

تھا اور شاہ صاحب کے درس میں یہ مولانا اسمٰعیل کے ہم درس رہ چکے تھے، لیکن باوجود بڑی کوشش واہتمام کے یہ منہ چھپاتے رہے وہ ایک دروازے سے مکان میں داخل ہوں تو یہ پچھواڑے سے فرار کر جائیں ۔ معلوم نہیں کہاں تک یہ بات صحیح ہے ؟ ڈاکٹر محمد جعفر نے سید صاحب کے حالات میں ایسا ہی لکھا ہے [1]

---

[1] مولانا مہر صاحب کی تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ شاہ صاحب اور مولوی عبدالرحیم میں گفتگو ہوئی تھی۔ ٹیپو سلطان کے شہزادے" کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

"شہزادوں نے محمد قاسم خواجہ سرا کو بھیج کر سید صاحب کو اپنے ہاں بلایا۔ شاہ اسمٰعیل مولوی عبدالرحیم کو جانتے تھے۔ انہوں نے بات چیت کر کے فلسفی (مولوی عبدالرحیم) کا ناطقہ بند کر دیا۔

(سید احمد شہید ص ۲۱۷)

مولانا آزاد نے ڈاکٹر محمد جعفر کے بیان پر نقد و تبصرہ نہیں کیا۔ حقیقتاً مولانا آزاد نے مولوی عبدالرحیم کے بارے میں جو کہا وہ سلسلہ بیان کی ایک چیز تھی۔ اس کی جانب بھی چند الفاظ میں اشارہ کر دیا۔ تحقیق مقصود نہ تھی لیکن یہ بات بھی ایسی ہی ہے جیسا کہ ان کی دہریت کا افسانہ ہے۔ میرے خیال میں اس باب میں مولانا مہر صاحب کا بیان زیادہ مستند ہے۔

میں پچاس سال سے حجۃ اللہ کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ شروع شروع میں اس کا کچھ حصہ سمجھا تھا اور کچھ حصہ نہیں سمجھا تھا۔ لیکن جو چیزیں سمجھ گیا تھا' وہ میرے نزدیک محقق تھیں۔ اور جو چیزیں نہیں سمجھ سکا تھا اسے میں نے چھوڑ دیا۔ جوں جوں میری استعداد ترقی کرتی گئی۔ اور میرا مطالعہ بڑھتا گیا، حجۃ اللہ کے جو مشکل مباحث تھے' وہ صاف ہوتے گئے۔ آخر میں جب میں مکہ معظمہ پہنچا ہوں' تو میں نے حجۃ اللہ کے اصولوں پر سارے قرآن کو حل کیا۔

(فرمودات مولانا عبیداللہ سندھی)